بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعت احمدیہ

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر، انچارج شعبہ تصنیف   مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر 19 شمارہ نمبر 09 ماہ تبوک، اخاء 1393 ہجری شمسی بمطابق ستمبر، اکتوبر 2014ء

قرآن کریم

وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ.

(الانعام:33)

ترجمہ: اور ورلی زندگی کھیل اور مشغلہ کے سوا (کچھ) نہیں ہے اور جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے پیچھے آنے والا گھر یقیناً بہتر ہے پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

(از تفسیر صغیر)

حدیث مبارکہ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کوئی ایسا کام بتائیں کہ جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے اور باقی لوگ بھی مجھے چاہنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

’’دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اسکی خواہش چھوڑ دو۔ لوگ تجھ سے محبت کرنے لگ جائیں گے۔‘‘

(سنن ابن ماجه باب الزهد فی الدنيا)

اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام

’’اے لوگو تم اپنے سچے خداوند خدا اپنے حقیقی خالق اپنے واقعی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پس جب تک یہ امر تمہاری خِلقت کی علّت غائی ہے بیّن طور پر تم میں ظاہر نہ ہو تب تک تم اپنی حقیقی نجات سے بہت دُور ہو۔ اگر تم انصاف سے بات کرو تو تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو کہ بجائے خداپرستی کے ہر دم دنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بت تمہارے دل کے سامنے ہے جس کو تم ایک ایک سکنڈ میں ہزار ہزار سجدہ کر رہے ہو اور تمہارے تمام اوقات عزیز دنیا کی جق جق بک بک میں ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ تمہیں دوسری طرف نظر اٹھانے کی فرصت نہیں۔ کبھی تمہیں یاد بھی ہے کہ انجام اس ہستی کا کیا ہے کہاں ہے تم میں انصاف! کہاں ہے تم میں امانت! کہاں ہے تم میں وہ راستبازی اور خداترسی اور دیانتداری اور فروتنی جس کی طرف تمہیں قرآن بلاتا ہے تمہیں کبھی بھولے بسرے برسوں میں بھی تو یاد نہیں آتا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ کبھی تمہارے دل میں نہیں گزرتا کہ اس کے کیا کیا حقوق تم پر ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے کوئی غرض کوئی واسطہ کوئی تعلق اس قیوم حقیقی سے رکھا ہوا ہی نہیں اور اس کا نام تک لینا تم پر مشکل ہے۔ اب چالاکی سے تم لڑو گے کہ ایسا ہرگز نہیں لیکن خدا تعالیٰ کا قانون قدرت تمہیں شرمندہ کرتا ہے جبکہ وہ تمہیں جتلاتا ہے کہ ایمانداروں کی نشانیاں تم میں نہیں۔ اگرچہ تم اپنی دنیوی فکروں اور سوچوں میں بڑے زور سے اپنی دانشمندی اور متانتِ رائے کے مدعی ہو۔ مگر تمہاری لیاقت تمہاری نکتہ رسی تمہاری دُور اندیشی صرف دنیا کے کناروں تک ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنی اس عقل کے ذریعہ سے اس دوسرے عالم کا ایک ذرہ سا گوشہ بھی نہیں دیکھ سکتے جس کی سکونت ابدی کے لئے تمہاری روحیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم دنیا کی زندگی پر ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے کوئی شخص ایک چیز ہمیشہ رہنے والی پر مطمئن ہوتا ہے۔ مگر وہ دوسرا عالم جس کی خوشیاں سچے اطمینان کے لائق اور دائمی ہیں وہ ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی تمہیں یاد نہیں آتا کیا بدقسمتی ہے کہ ایک بڑے امرِ اہم سے تم قطعاً غافل اور آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو اور جو گزشتنی گزاشتنی امور ہیں ان کی ہوس میں دن رات سرپٹ دوڑ رہے ہو تمہیں خوب خبر ہے کہ بلاشبہ وہ وقت تم پر آنے والا ہے جو ایک دم میں تمہاری زندگی اور تمہاری ساری آرزوؤں کا خاتمہ کر دے گا مگر یہ عجیب شقاوت ہے کہ باوجود علم کے پھر اپنے تمام اوقات دنیا طلبی میں ہی برباد کر رہے ہو۔ اور دنیا طلبی بھی صرف وسائل جائزہ تک محدود نہیں بلکہ تمام ناجائز وسیلے جھوٹ اور دغا سے لے کر ناحق کے خون تک تم نے حلال کر رکھے ہیں۔ اور ان تمام شرمناک جرائم کے ساتھ جو تم میں پھیلے ہوئے ہیں کہتے ہو کہ آسمانی نور اور آسمانی سلسلہ کی ہمیں ضرورت نہیں بلکہ اس سے سخت عداوت رکھتے ہو اور تم نے خدا کے آسمانی سلسلہ کو بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے یہاں تک کہ اس کا ذکر کرنے میں بھی تمہاری زبانیں کراہت سے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ اور بڑی رعونت اور ناک چڑھانے کی حالت میں ہجو کا حق ادا کرتی ہیں اور تم بار بار کہتے ہو کہ ہمیں کیوں کر یقین آوے کہ یہ سلسلہ منجانب اللہ ہے میں ابھی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ اس درخت کو اس کے پھلوں سے اور اس نیر کو اس کی روشنی سے شناخت کرو گے۔ میں نے ایک پیغام تمہیں پہنچا دیا۔ اب تمارے اختیار میں ہے کہ اس کو قبول کرو یا نہ کرو اور میری باتوں کو یاد رکھو یا لوحِ حافظہ سے بھلا دو۔

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارو   یاد آئیں گے تمہیں میرے سخن میرے بعد‘‘

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 43 تا 44)

حدیث وتشریح

شرک اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹ سب سے بڑے گناہ ہیں

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلَاثًا قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَجَلَسَ وَ کَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ اَلَا وَ قَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ (بخاری)

ترجمہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں پر مطلع نہ کروں؟ (اور صحابہ کو متوجہ کرنے کیلئے) آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ آپ ضرور ہمیں مطلع فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو پھر سنو کہ سب سے بڑا گناہ خدا تعالیٰ کا شرک ہے۔ اور پھر دوسرے نمبر پر سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی اور ان کی خدمت کی طرف سے غفلت برتنا ہے اور پھر۔۔۔ اور یہ بات کہتے ہوئے آپ تکئے کا سہارا چھوڑ کر جوش کے ساتھ بیٹھ گئے اور پھر فرمایا۔۔۔ اچھی طرح سن لو کہ اس کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے اور آپ نے اپنے ان آخری الفاظ کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے آپ کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے دل میں کہا کہ کاش اب آپ خاموش ہو جائیں اور اتنی تکلیف نہ اٹھائیں۔

تشریح: اس زوردار حدیث میں آنحضرت ﷺ نے سب سے بڑے گناہوں کا ذکر فرماتے ہوئے تین ایسی باتوں کو چنا ہے جو روحانیت اور اخلاقیات کے تین مختلف میدانوں کی بنیادی باتیں ہیں یہ تین میدان (۱) حقوق اللہ اور (۲) حقوق العباد اور (۳) اصلاح نفس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں سب سے بڑا گناہ شرک ہے یعنی خدا کے مقابل پر جو ہمارا خالق بھی ہے اور مالک بھی ہے۔ کسی ایسی ہستی کو کھڑا کرنا جو نہ تو ہمارا خالق ہے اور نہ مالک۔ اس لئے شرک کا گناہ دراصل غداری اور بغاوت دونوں کا مجموعہ ہے۔ یہ انتہا درجہ کی غداری ہے کہ جس ہستی نے ہمیں پیدا کیا اور ہماری دینی اور دنیوی ترقی کے اسباب مہیا کئے اس کے مقابل پر ایسی ہستیوں کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے جن کا نہ تو ہماری پیدائش کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ ہماری بقا کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ ہے اور پھر یہ انتہا درجہ کی بغاوت بھی ہے کہ دنیا کے حقیقی مالک اور حقیقی حکمران کی حکومت سے سرتابی کر کے ایسی ہستیوں کے سامنے سر جھکایا جائے جنہیں ہم پر کسی نوع کا ذاتی تصرف حاصل نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی ایسی قومیں پائی جاتی ہیں جن کا دامن ان کی بظاہر اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تہذیب کے باوجود شرک کی نجاست سے پاک نہیں۔ چنانچہ عیسائی اقوام حضرت مسیح ناصری کو (جن میں دوسرے نبیوں سے ہرگز کوئی زائد بات نہیں تھی) خدا مان کر اب تک شرک کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہیں اور ہندوؤں کے ہزاروں دیوتا تو ایک کھلی ہوئی کہانی کا حصہ ہیں جسے بچہ بچہ جانتا ہے۔

دوسرا بڑا گناہ اس حدیث میں عقوق الوالدین بیان کیا گیا ہے عقوق کے معنی عربی زبان میں کسی چیز کو کاٹنے کے ہیں اور اصطلاحی طور پر اس کے معنی ماں باپ کی نافرمانی کرنا ان کا واجبی ادب ملحوظ نہ رکھنا ان کیساتھ شفقت سے پیش نہ آنا اور ان کی خدمت سے غفلت برتنا ہے۔ والدین کی اطاعت اور خدمت کا فریضہ حقوق العباد رکھتا ہے اور دنیا کے حقوق میں غالباً سب سے زیادہ مقدس حق قرار دیا گیا ہے۔ حتی کہ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کی خوشی میں خدا کی خوشی ہے اور ماں باپ کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی ہے اور ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے والدین کے بڑھاپے کا زمانہ پایا اور پھر اس نے ان کی خدمت کے ذریعہ اپنے واسطے جنت کا رستہ نہیں کھولا۔ وہ بڑا ہی بدقسمت انسان ہے اور آپ کا ذاتی اسوہ اس معاملہ میں یہ ہے کہ جب ایک دفعہ آپؐ کچھ مال تقسیم فرمانے میں مصروف تھے تو آپؐ کی رضائی والدہ آپؐ کے ملنے کے لئے آئیں (آپ کی حقیقی والدہ آپؐ کے بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھیں) آپؐ انہیں دیکھتے ہی میری ماں میری ماں کہتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔ ان کے لئے اپنی چادر بچھا کر انہیں بڑی محبت اور عزت کے ساتھ بٹھایا الغرض اسلام نے والدین کی اطاعت اور خدمت کے متعلق انتہائی تاکید فرمائی ہے حتی کہ قرآن شریف فرماتا ہے وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ’’یعنی تم

بقیہ صفحہ نمبر 4، کالم 2

مشعلِ راہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو جو باتیں دنیا میں پیدا کرنے آئے ہم نے بھی اپنے اندر پیدا کرنی اور آپؑ کے مشن کی تکمیل کیلئے مددگار بننا ہے

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’ایک موقع پر آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) سے کسی نے سوال کیا کہ آپؑ کے دعوے اور رسالت کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یعنی اس سے آپؑ کو کیا مقاصد حاصل ہونگے؟ آپؑ کیوں آئے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا:

’خدا تعالیٰ کے ساتھ جو رابطہ کم ہوگیا ہے اور دنیا کی محبت غالب آگئی ہے اور پاکیزگی کم ہوگئی ہے۔ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو جو عبودیت اور اُلوہیت کے درمیان ہے پھر مستحکم کرے گا اور گمشدہ پاکیزگی کو پھر لائے گا۔ دنیا کی محبت سرد ہو جائے گی‘ (ملفوظات جلد اول صفحہ 500۔ ایڈیشن 2003 مطبوعہ ربوہ) اور فرمایا: یہ میرے ذریعہ سے ہوگا۔

یہ بہت بڑا مقصد اور بہت بڑا دعویٰ ہے جو آپؑ نے بیان فرمایا۔ آج کی مادی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا جو ہے مادیت میں ڈوب کر اپنے پیدا کرنے والے خدا کو بھول چکی ہے اور جو بظاہر مذہب یا خدا کے وجود کو کچھ سمجھتے ہیں، کچھ تسلیم کرتے ہیں تو وہ بھی ظاہری رنگ میں۔ نہ انہیں خدا تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کچھ یقین ہے، نہ اس کا ادراک ہے، نہ فہم ہے، نہ مذہب کا کچھ ادراک ہے۔ ان کے لئے اصل چیز دنیا اور اس کی جاہ وحشمت ہے۔ صرف نام کے طور پر کسی مذہب کو ماننے والے ہیں۔ ایسے حالات میں یقیناً یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے لیکن آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس قدر یقین ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے پر کس قدر اعتماد ہے، اس کا اظہار جو الفاظ میں نے پڑھے ہیں ان کی شوکت سے ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ سب الفاظ، یہ آپؑ کا دعویٰ، یہ بعثت کی غرض اور مقاصد ہمیں بھی کچھ توجہ دلا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ہے جس کو پڑھ کر اور سن کر ہم جماعت میں داخل ہوئے ہیں، یا ہمارے باپ دادا جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے تھے اور ہم نے ان کی اس نیکی کا فیض پایا، یہ ہم سے کچھ مطالبہ کر رہا ہے یا یہ مقاصد ہم سے کچھ مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم ان مقاصد کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ ہمیں ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے ہم نے بھی ان کے نتائج کے حصول کی کوشش کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو جو باتیں دنیا میں پیدا کرنے آئے ہم نے بھی ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ہم نے بھی مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کیلئے مددگار بننا ہے۔ جب ہم نے منادی کی آواز کو سنا اور ایمان لائے تو اب ہم بھی یہ اعلان کرتے ہیں اور ہمیں یہ اعلان کرنا چاہئے کہ نحن انصار اللّٰہ۔ کہ ہم اپنی حالتوں میں یہ تبدیلیاں پیدا کریں گے اور اس پیغام کو پھیلائیں گے اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔

پس ہمیں اپنا جائزہ لینا ہوگا، سوچنا ہوگا، منصوبہ بندی کرنی ہوگی، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہوگی تا کہ ہم کامیابیوں سے ہمکنار ہوں اور آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اگر ہم آپؑ کو مان کر پھر آرام سے بیٹھ جائیں اور کوئی فکر نہ کریں تو یہ عہد بیعت کا حق ادا کرنے والی بات نہیں ہوگی۔ یہ دعویٰ قبول کر کے بیٹھ جانا اور سو جانا ہمیں مجرم بناتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی جب ہم اپنے وسائل کو دیکھتے ہیں، اپنی حالتوں کو دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ کیا یہ سب کچھ ہوسکتا ہے۔ ہم کریں بھی تو کیا کریں گے کہ ایک طرف ہمارے وسائل محدود اور دوسری طرف دنیا کی اسّی فیصد سے زائد آبادی کو مذہب سے دلچسپی نہیں ہے، دنیا کے پیچھے بھاگنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے ان ترقی یافتہ ممالک میں دولت ہے، ہر قسم کی ترقی ہے، دوسرے مادی اسباب ہیں جنہوں نے یہاں رہنے والوں کو خدا سے دور کر دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں کہ خدا تعالیٰ کی تلاش میں قوت ضائع کریں۔۔۔۔ پس جب یہ صورت حال ہو، سننے کی طرف توجہ نہ ہو یا کم از کم ایک بڑے طبقہ کی توجہ نہ ہو اور دولت اور مادیت ہر ایک کو اپنے قبضہ میں لینے کی کوشش کر رہی ہو اور ہمارے وسائل جیسا کہ میں نے کہا، محدود ہوں تو ایسے میں کس طرح ہم دجل اور مادیت کا مقابلہ کر

بقیہ صفحہ نمبر 4، کالم 2

قرآن اور عورتوں کے حقوق کا تحفظ

قرآن کریم کی ہر بات حق و حکمت پر مبنی ہے

مکرم مبارک احمد تنویر صاحب، مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ جرمنی

قرآن کریم کی ہر بات حق وحکمت پر مبنی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’قرآنی تعلیم وہ تعلیم ہے جس کی ایک بات بھی حق اور حکمت سے باہر نہیں اور جو سراسر پاکیزگی ہے‘‘(چشمہ معرفت ،روحانی خزائن جلد 23 صفحہ:14)

قرآن کریم کی بعض آیات پر غیروں کی طرف سے خاص طور پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ان ہی میں ایک سورۃ النساء کی درج ذیل آیت ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا۔(النساء: 35)

ترجمہ:’’مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔اور وہ عورتیں جن سے تمہیں باغیانہ رویے کا خوف ہو تو ان کو (پہلے تو) نصیحت کرو، پھر ان کو بستروں میں الگ چھوڑ دو اور پھر (عندالضرورت) انہیں بدنی سزا بھی دو۔پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان کے خلاف کوئی حجت تلاش نہ کرو۔یقیناً اللہ بہت بلند (اور) بہت بڑا ہے۔‘‘(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

ایسی تمام آیات کے متعلق اس زمانے کے امام حضرت مسیح موعودؑ کا درج ذیل ارشاد کلید کی حیثیت رکھتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

’’بڑے غور کے بعد یہ راز ہم پر کھلا ہے کہ قرآن شریف کے جس جس مقام پر کوتہ اندیشوں نے اعتراض کئے ہیں۔اسی مقام پر اعلیٰ درجہ کی صداقتوں اور معارف کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔جس پر ان کو اس وجہ سے اطلاع نہیں ملی کہ وہ حق کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 143 تا 144۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ انڈیا)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کی روشنی میں جب ہم قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھتے ہیں تو اس آیت کا مضمون حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ کی صداقت کے لئے ایک گواہ کے طور پر کھڑا پاتے ہیں۔عموماً اس آیت کا جواب دیتے وقت آیت کے الفاظ تخافون نشوزھن کو نظرانداز کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے جواب میں ایک دفاعی رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔اور وہ خوبصورت اور لاثانی تعلیم جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صنف نازک کے متعلق دی ہے اس کی طرف توجہ ہی نہیں جاتی۔اور اس طرح قرآن کریم کا وہ حسن جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔

کیا وصف اس کے کہنا ہر حرف اس کا گہنا دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

وہ حسن کھل کر سامنے نہیں آتا۔

آیت کے الفاظ ” تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ “ اس آیت کے مضامین کے سمجھنے کے لئے کلید کی حیثیت رکھتے ہیں۔جس طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے تمام حقوق کی حفاظت کی ہے اور ان کو اپنے خاوندوں کی ہر طرح کی اذیت سے امن کے حصار میں داخل کر دیا اس اذیت کا تعلق جسم سے ہو یا روح سے۔امن کا ایسا قلعہ صنف نازک کے لئے کسی کتاب میں ڈھونڈے سے نہ ملے گا۔

اس آیت میں عورتوں کو مارنے کا سوال نہیں بلکہ یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے۔نشوز عورت کی طرف سے ہے اور خاوند ڈر رہا ہے۔اور جو پہلے ہی ڈر رہا ہے وہ مارے گا کیا۔

لفظ” نشوز“ کے معانی کو لغات میں دیکھیں تو وہاں لکھا ہے۔

النَّشْزُ (القاموس المحيط) :

النَّشْزُ: المكانُ المُرْتَفِعُ،

و~ المرأةُ تَنْشُزُ وتَنْشِزُ نُشوزاً: اسْتَعْصَتْ على زَوْجِها، وأبْغَضَتْهُ،

و~ بَعْلُها عليها: ضَرَبَها، وجَفاها.

اہل لغت نے نشوز جب عورت کی طرف سے ہو تو معنی کئے ہیں:عورت کا نافرمان ہونا، اور خاوند سے نفرت کرنا، اور وہی فعل جب مرد کی طرف سے ہو تو وہاں بلا کسی دلیل کے لکھا ہے: مرد کا اپنی عورت کو مارنا۔اور اس پر ظلم کرنا۔

قرآن کریم میں نشوز کا فعل میاں بیوی کے تعلق میں دو ہی جگہ پر آیا ہے۔ایک تو یہ آیت جہاں نشوز عورت کی طرف سے ہے اور خوف کا شکار اس کا خاوند ہے۔

دوسرا یہ لفظ اسی سورۃ النساء کی آیت 129 میں آیا ہے جہاں نشوز مرد کی طرف سے ہے اور عورت خوف کا شکار ہے۔آیت درج ذیل ہے۔

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزاً أَوْ إِعْرَاضاً فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحاً وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الأَنفُسُ الشُّحَّ وَإِن تُحْسِنُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيراً (النساء: 129)

ترجمہ:اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے مخاصمانہ رویّے یا عدمِ توجّہی کا خوف کرے تو ان دونوں پر کوئی گناہ تو نہیں کہ اپنے درمیان اصلاح کرتے ہوئے صلح کرلیں۔اور صلح (بہرحال) بہتر ہے۔اور نفوس کو (سرشت میں) بخل ودیعت کر دیا گیا ہے۔اور اگر تم احسان کرو اور تقویٰ سے کام لو تو یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خوب باخبر ہے۔(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اگر لفظ نشوز کے معانی دونوں صورتوں میں یعنی نشوز مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ایک جیسے کئے جائیں تو یہ اعتراض پیدا ہی نہیں ہوتا بلکہ ایسی خوبصورت تعلیم خدا تعالیٰ نے صنف نازک کے متعلق دی ہے جس کا وہم بھی آج کا اپنے خیال میں ترقی یافتہ معاشرہ نہیں کر سکتا۔اور پھر آیت کی تفسیر اس طرح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو قوام قرار دے کر عورتوں کے ہر طرح کے حقوق کا تحفظ کر دیا۔اور عام مومن اور مسلمان عورتوں کے متعلق فرمایا کہ وہ تو درج ذیل اعلیٰ صفات کی مالک ہوتی ہیں۔’’پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔‘‘(النساء آیت 35،ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر طرح کے انسانوں کی ہر طرح کے حالات میں مکمل راہنمائی کرتا ہے۔اور کسی پہلو کو بھی تشنہ نہیں رہنے دیتا۔اس لئے جہاں عام نیک عورتوں کی اعلیٰ صفات کا ذکر فرمایا وہاں ساتھ ہی بعض استثنائی صورتوں میں پیش آنے والی مشکل کا ایسا خوبصورت حل پیش کیا ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور حضرت مسیح موعودؑ کی کامل راہنمائی پر دل وجان ہزار بار قربان ہوتا ہے جنہوں نے یہ فرمایا۔

’’بڑے غور کے بعد یہ راز ہم پر کھلا ہے کہ قرآن شریف کے جس جس مقام پر کوتہ اندیشوں نے اعتراض کئے ہیں۔اسی مقام پر اعلیٰ درجہ کی صداقتوں اور معارف کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔جس پر ان کو اس وجہ سے اطلاع نہیں ملی کہ وہ حق کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 143 تا 144۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ انڈیا)

یعنی اگر کوئی عورت ان صفات حسنہ سے کسی بھی وجہ سے عاری ہو جائے اور خاوند کے قوام ہونے کے باوجود وہ خاوند کے مقابل پر نشوز کرے۔نکاح کے معاہدہ کے تحت جو ایک جنت نما گھر بنانے کی کوشش مرد نے کی اس کو جہنم میں تبدیل کرنے پر مصر ہو، یعنی نافرمان ہو، نفرت کرتی ہو یا ہاتھ اٹھاتی ہو، مارتی ہو۔ تو مرد کو حکم دیا کہ تم نے اس کے مقابل پر فوراً نشوز نہیں کرنا۔ بلکہ جو اس کی اصلاح کا طریق بتایا اس میں تو کئی دن بلکہ کئی ہفتے لگ سکتے ہیں اور مرد کو اس سارے عرصہ میں اپنے پر جس طرح قابو رکھنے اور صبر کی تلقین اس آیت میں ملتی ہے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا۔وہ اصلاح کا عمل درج ذیل طریق سے قرآن نے تجویز فرمایا ہے۔

1۔اگر بیوی نشوز کرتی ہے تو خاوند کو حکم دیا۔”فَعِظُوْهُنَّ“ یعنی ان کو (پہلے تو) نصیحت کرو۔سمجھاؤ۔ اس کے مقابل پر نشوز نہیں کرنا۔اب اس نصیحت کے عمل کی تعداد یا عرصہ نہیں مقرر فرمایا۔تاکہ کسی کو بہانہ بنانے کی گنجائش ہی نہ ملے کہ اتنی دفعہ میرے لئے نصیحت کرنے کا ارشاد تھا سو وہ فرض میں نے ادا کر دیا اور تعداد پوری کر دی۔اب نصیحت کرنے کے اس عمل پر بھی کافی وقت لگ سکتا ہے۔اور اگر یہ عمل اپنی پوری شرائط کے ساتھ کرنے کے باوجود بے اثر ہو جائے تو دوسرا قدم تجویز فرمایا۔

2۔سمجھانے کی کوششوں کے باوجود بھی بیوی نشوز ہی کرتی ہے تو فرمایا” وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي

Vol. 19 Monthly **Akhbar-e-Ahmadiyya** Germany Issue 09
Ahmadiyya Muslim Jamaat,National Shoba Tasneef, Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652,Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

الْمَضَاجِعِ " یعنی پھران کو بستروں میں الگ چھوڑ دو۔ یہ قدم بھی مرد کے لئے زیادہ تکلیف دہ ہے فرمایا کہ اس کو اپنے بستر سے جدا نہیں کرنا۔ اس کو اپنے بیڈروم سے نہیں نکالنا بلکہ خود وہاں سے کسی اور کمرے میں یا بیڈ پر چلے جاؤ۔ شائد وہ کچھ عرصہ تنہائی میں رہے تو اسے اپنے رویہ کو بدلنے کی طرف توجہ ہو۔

3۔ اگر وہ خاوند کے دوسرے بیڈ یا کمرے میں شفٹ ہونے پر بھی جینے نہیں دیتی اور پھر بھی نشوز کرتی ہے تو فرمایا "وَاضْرِبُوْھُنَّ " یعنی اور پھر (عندالضرورت) انہیں بدنی سزا بھی دو۔

قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات کا انسان محتاج ہے۔ آپؐ نے ایسی صورتوں میں جہاں عندالضروت بدنی سزا دینے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو مردوں کو فرمایا کہ ایک تو چہرے پر نہیں مارنا، دوسرا ایسی سزا ہو جس سے بدن پر کوئی نشان نہ پڑے۔ (سنن الترمذی « کتاب الرضاع « باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجھا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم کی تفسیر میں ایک خاص مقام ہے اس لئے کہ ان کے متعلق خود آنحضرت ﷺ نے علم قرآن عطا کئے جانے کی دعا کی تھی اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ان کے فہم قرآن کریم کے متعلق فرمایا ہے۔

"حضرت ابن عباسؓ قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ:225)

نیز فرمایا: "ابن عباس کے حق میں علم قرآن کی دعا مستجاب ہو چکی ہے۔" (ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 893)

عورت کی بدنی سزا کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا شکل ہوگی تو آپؓ نے فرمایا:

عن عطاء قال قلت لابن عباس : ما الضرب غیر المبرح ؟ قال السواك و شبهه یضربها به۔

(تفسیر الطبری « تفسیر سورة النساء « القول فی تأویل قوله تعالی واضربوهن)

ترجمہ: حضرت عطا نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ "ضرب غیر مبرح" سے کیا مراد ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ مسواک یا کسی ایسی ہی چیز سے مارنا۔

اب سیدھی سی بات ہے کہ عورت کو تو زور سے ہاتھ بھی لگاؤ تو اس کے بدن پر نشان پڑ جاتا ہے۔ تو پھر بدنی سزا کی کیفیت کا اندازہ تو خود بخود ہو جاتا ہے کہ کس حد تک دینی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا عورتوں کے متعلق سزا دینے کے سلسلہ میں یہ ارشاد کتنا بڑا احسان ہے اس صنف نازک پر اسی لئے تو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے فرمایا ہے۔

وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا

اب بیوی نشوز میں کس حد تک خاوند کو زبان، رویہ اور ہاتھ سے دکھ اور تکلیف دیتی ہے اگر ہاتھ اٹھاتی ہے تو کتنے زور سے جسم کے کس حصہ پر مارتی ہے اس کا کوئی ذکر نہیں چھیڑا۔ اور جب خاوند کو جواباً سزا دینے کا اختیار دیا تو اس کو کچھ شرائط کا پابند کر دیا۔ اب اگر بیوی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو فرمایا:

4۔ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا ۔ یعنی پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان کے خلاف کوئی حجت تلاش نہ کرو۔

سب کچھ فراموش کر دو ہر ظلم اور زیادتی یکسر بھلا دو، جو زبان کے نہ مندمل ہونے والے زخم لگے ہیں ان کا کوئی بدلہ نہیں لینا۔ ہر اہل دانش جانتا ہے کہ ظاہری مار یا زخم سے زیادہ کاری اور تکلیف دہ زخم زبان کے ہوتے ہیں۔ اسی لئے تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

لگیں گو سینکڑوں تلوار کے زخم زباں کا ایک زخم ان سے برا ہے
خزاں آتی نہیں زخم زباں پر یہ رہتا آخری دم تک ہرا ہے

اور پھر قرآن نے دوسرے مقامات پر عورتوں سے جو احسان کا سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے وہ تو سب کے لئے ویسے ہی واضح ہے۔ جیسے اسی سورۃ النساء کی آیت 20 میں فرمایا:

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا

ترجمہ: اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ہمیں قرآن کریم کی تعلیم پر پوری طرح عمل کر کے نہ صرف اپنے گھروں کو جنت نظیر گھروں میں بدلنے کی توفیق عطا فرمائے بلکہ اس دنیا کو ہم جنت عطا کرنے والے ثابت ہوں۔ آمین۔

بقیہ صفحہ نمبر 2، کالم 1 اپنے ماں باپ کے سامنے عاجزی اور انکساری کے بازوؤں کو محبت اور رحمت کے ساتھ جھکائے رکھو اور ان کے لئے ہمیشہ خدا سے دعا مانگتے رہو کہ خدایا جس طرح میرے والدین نے مجھے بچپن میں جب کہ میں بالکل بے سہارا تھا۔ محبت اور شفقت کے ساتھ پالا۔ اسی طرح اب تو ان کے بڑھاپے میں ان پر شفقت و رحم کی نظر رکھ"۔

تیسرا بڑا گناہ اس حدیث میں جھوٹ بولنا بیان کیا گیا ہے اور اس کے متعلق اسلام کا نظریہ اس حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ جب آپ جھوٹ کا ذکر فرمانے لگے تو جوش کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ان الفاظ کو بار بار دہرایا کہ اَلَا وَ قَوْلَ الزُّوْرِ اَلَا وَ قَوْلَ الزُّوْرِ "یعنی کان کھول کر سن لو۔ ہاں پھر کان کھول کر سن لو کہ شرک اور عقوق والدین کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے"۔ حق یہ ہے کہ اگر باقی باتیں اس بیج کا حکم رکھتی ہیں جن سے گناہ کا درخت پیدا ہوتا ہے تو جھوٹ اس بیج کے واسطے پانی کے طور پر ہے جس کی وجہ سے یہ درخت پنپتا اور ترقی کرتا ہے۔ یہ جھوٹ ہی ہے جس کی وجہ سے گناہ پر دلیری پیدا ہوتی اور انسان گناہ کی دلدل میں پھنسے رہنے کا ایک بہانہ حاصل کر لیتا ہے کیونکہ جھوٹ کے ذریعہ گناہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور پھر اس پردہ کی اوٹ میں گناہ بڑھتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے۔ پس جھوٹ صرف اپنی ذات میں ہی گناہ نہیں ہے بلکہ دوسرے گناہوں کے واسطے ایک بدترین قسم کا سہارا بھی ہے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جھوٹ کو شرک اور عقوق والدین کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک مسلمان نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ میرا نفس کمزور ہے اور میں بہت سی کمزوریوں میں مبتلا ہوں۔ اور میں سارے گناہوں کو یک دم چھوڑنے کی ہمت نہیں پاتا۔ آپ مجھے ہدایت فرمائیں کہ میں سب سے پہلے کس گناہ کو چھوڑوں؟ آپؐ نے فرمایا "جھوٹ بولنا چھوڑ دو" اس نے اس کا وعدہ کیا۔ اور گھر واپس آ گیا۔ پھر جب وہ اپنی عادت کے مطابق بعض دوسرے گناہوں کا ارتکاب کرنے لگا تو اسے خیال آیا کہ اب اگر رسول اللہ تک میری یہ بات پہنچی اور آپؐ نے مجھ سے پوچھا تو جھوٹ تو بہر حال میں نے بولنا نہیں میں آپ کو کیا جواب دوں گا؟ یا اگر کسی مسلمان کو میری کسی کمزوری کا علم ہوا تو اس کے سامنے میں اپنے اس گناہ پر کس طرح پردہ ڈالوں گا؟ آخر اسی میں اس نے سوچتے سوچتے فیصلہ کیا کہ جب چھوڑ دیا ہے تو اب یہی بہتر ہے کہ سارے گناہوں سے ہی اجتناب کیا جائے۔ چنانچہ وہ جھوٹ چھوڑنے کی برکت سے سب گناہوں سے نجات پا گیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے کمال حکمت سے جھوٹ کے گناہ کو شرک اور عقوق والدین کے گناہوں کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دے کر مسلمانوں کی اصلاح کا ایک ایسا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا جس کے ذریعہ وہ بہت جلد اپنے گناہوں پر غلبہ پا سکتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ جھوٹ ایک بدترین اور ذلیل ترین قسم کا گناہ ہے اور ہر شریف انسان کا فرض ہے کہ اخلاقی گناہوں میں سب سے پہلے جھوٹ پر غلبہ پانے کی کوشش کرے۔

لیکن ضمناً یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جھوٹ نہ بولنے کی تعلیم سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ ہر حال میں سچی بات بلاضرورت بیان کر دی جائے بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ جو بات بیان کی جائے وہ بہر حال سچی اور جھوٹ کی آمیزش سے پاک ہونی چاہئے۔ ورنہ بسا اوقات قومی یا خاندانی یا ذاتی مصالح بعض باتوں میں رازداری کے متقاضی ہوتے ہیں۔ اور رازداری ہرگز راست گفتاری کے خلاف نہیں"۔

(چالیس جواہر پارے صفحہ:50 تا 53)

بقیہ صفحہ نمبر 2، کالم 2 سکتے ہیں۔ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کہ ہم دنیا کی اکثریت کو خدا تعالیٰ کے وجود کی پہچان کروا سکیں اور آنحضرت ﷺ کی عظمت کو قائم کر سکیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں اور بڑی تحدی سے فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور یہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

پس ہم بھی آپؑ کے اس دعویٰ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت میں آ کر یہ اعلان کر رہے ہیں، چاہے ظاہراً کریں نہ کریں لیکن ہمارا بیعت میں آنا ہی ہم سے یہ اعلان کروا رہا ہے اور کروانا چاہئے کہ نحن انصار اللہ کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور رہیں گے انشاء اللہ۔ دنیا کے انکار سے مایوس نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ہم دنیا کی آنکھ سے دیکھ کر اس کام کو آگے نہیں بڑھا رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہمیں ہر قدم پر تسلی دلاتی ہیں کہ اگر تم اللہ میں ہو کر کوشش کرو گے تو نئے راستے کھلتے چلے جائیں گے"۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 دسمبر تا 19 دسمبر 2013. صفحہ 6)